رہے جب تلک داستانِ سخن	الٰہی رہیں قدردانِ سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ غازی بہادر کی

خدیو[۱] فلک شاہ عالی گہر	زمیں بوس ہیں جس کے شمس و قمر
جہاں اُس کے پرتو سے ہے کامیاب	وہ ہے برجِ اقلیم میں آفتاب
اُسی مہر سے ہے منور یہ ماہ	جہاں ہووے اور ہو جہاندار شاہ
وہ مہر منور یہ ماہِ منیر	اور اُس کا یہ نجم سعادت وزیر

مدح وزیر الممالک جناب نواب آصف الدولہ بہادر کی

فلک رتبہ نواب عالی جناب	کہ ہے آصف الدولہ جس کا خطاب
وزیر جہاں حاکم عدل و داد	ہے آبادئ ملک جس کی مراد
جہاں عدل سے اُس کے آباد ہے	فقیروں غریبوں کا دل شاد ہے
پھرے بھاگتا مور سے فیل مست	زبردست ظالم یہ ہے زیردست
کتاں پر کرے مہ اگر بدنظر	تو آدھا اِدھر اور آدھا اُدھر
کسی کا اگر مفت لے زلف دل	تو کھایا کرے پیچ وہ متصل
وہ انصاف سے جو گذرتا نہیں	کسی پر کوئی شخص مرتا نہیں
نہ ہو باگھ[۲] بکری میں کچھ گفتگو	اگر اُس کا چیتا[۳] نہ ہووے کبھو
اگر آواز سن صید کی کچھ کہے	تو باز آئے چیخ[۴] کہ بہری رہے

۱ بادشاہ ۱۲ آسی ۲ باگھ۔ شیر ۱۲ ۳ سوچا ہو ۱۲ ۴ چیخ۔ ایک قسم کی ابابیل۔ بہری ایک پرند ۱۲

پھرے شمع[۱] کے گرد گرد آکے چور	صبا کھینچ لے جاوے اُس کو بزور
نہ لے جب تلک شمع پروانگی[۲]	پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ سے اُس پہ وہ آگرے	تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے
گر احیاناً[۳] اُس کے جلیں بال و پر	تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر
اُسے عدل کی جو طرح[۴] یاد ہے	کسے یاد ہے یہ خداداد ہے
ستم اُس کے ہاتھوں سے رویا کرے	سدا فتنۂ دہر سویا کرے
گھروں میں فراغت سے سوتے ہیں سب	پڑے گھر میں چور اپنے روتے ہیں سب
وہ ہے باعث امن خرد و کلاں	کہ ہے نام سے اُس کے مشتق اماں

بیان سخاوت کا

بیانِ سخاوت کروں جو رقم	تو زر ریز کاغذ پہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر	دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر
سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُس کی ہے	کہ اک دن دوشالے دیے سات سے
سوا اس کے ہے اور یہ داستاں	کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جان
ہوئی کم جو اک بار کچھ برشگال[۵]	گرانی[۶] سی ہونے لگی ایک سال
غریبوں کا دم سا نکلنے لگا	توکل کا بھی پاؤں[۷] چلنے لگا

۱ شمع کا چور وہ رخنہ جو شمع میں ایک طرف کے گھلنے سے پڑتا ہے ۱۲ ۲ پروانگی اجازت ۱۲ ۳ احیاناً۔ اتفاقاً کبھی کبھی ۱۲ ۴ طرح مجازاً حکمت صورت۔ طریقہ ۱۲ ۵ برشگال۔ برسات ۱۲ ۶ گرانی قحط۔ کال پڑنا ۱۲ ۷ پاؤں چلنا۔ پاؤں ڈگنا۔ لڑکھڑانا ۱۲ آسی

وزیر الممالک نے تدبیر کر
خدا کی دیا راہ میں مال و زر

محلہ محلہ کیا حکم یہ
کہ ناڑے[1] سے اس غم کی کھولیں گرہ

یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیے
کئی لاکھ لاکھ ایک دن میں دیے

یہ لغزش پڑی ملک میں جو تمام
لیا ہاتھ نے اُس کے گرتوں کو تھام

یہ بندہ نوازی یہ جاں پروری
یہ آئین سرداری و سروری

ہوئی ذات پر اُس سخی کی تمام
تکلف ہے آگے سخاوت کا نام

فقیروں کی تو یاں تلک ہے بنی
کہ ایک ایک یاں ہو گیا ہے غنی

یہ کیا دخل آواز دے جو گدا
چٹکنے کی گل کے نہ ہووے صدا

نہ ہو اُس کا شاں جو ابر کرم
اگر ابر نیساں[2] سے ہووے عدم

قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی
تو خجلت سے جاوے زمیں میں گڑی

ہر اک کام اُس کا جہاں کی مراد
فلاطوں طبیعت ارسطو نژاد

جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر
تب اُس کو دیا ہے یہ کچھ مال و زر

بیان شجاعت کا

لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیاں
قلم ہو مرا رستم داستاں

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جس پر اُٹھائے
اجل کا طمانچہ قسم اُس کی کھائے

[1] کچا سرخ زرد رنگا ہوا سوت ۱۲ [2] مشہور ہے کہ ابر نیساں یعنی اُس گھٹا کا پانی جو نوروز سے چالیس دن بعد برستا ہے اور مشہور ہے کہ اُس پانی سے سیپ میں موتی اور بانس میں بنسلوچن بنتا ہے ۱۲ آسی

کرے جس جگہ زور اُس کا نمود
دل آہن اُس جا پہ ہووے کبود

چلے تیغ گر اُس کی روز مصاف[1]
نظر آئے دشمن سے میدان[2] صاف

اگر بے حیائی سے کوئی عدو
ملا دیوے اُس تیغ سے منہ کبھو

تو ایسے ہی کھا کر گرے سر کے بل
کہ سر پر کھڑی اُس کے رہوے اجل

نہ ہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب
کہ برش کی تشدید جوہر ہیں سب

ہوئی ہم قسم اُس کی تیغ اجل
نکل آئے یہ گر پڑے وہ اُگل

لگا دے اگر کوہ پر ایک بار
گذر جائے یوں جیسے صابن سے تار

غضب سے غضب اُس کے کانپا کرے
تہور سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

اور اس زور پر ہے یہ حلم و حیا
کہ ہے خلق کا جیسے دریا بہا

جہاں تک کہ ہیں علم و کسب کمال
ہر اک فن میں ماہر ہے وہ خوش خصال

سخنداں سخن سنج شیریں زباں
وزیر جہان و وحید زماں

سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات
غوامض[2] ہیں سب سہل اُن کے نکات[3]

سلیقہ ہر اک فن میں ہر بات میں
نکلتی نئی بات دن رات میں

سدا سیر پر اور تماشے پہ دل
کشادہ دلی اور خوشی متصل

نہ ہو اُس کو کیونکر ہوا ئے شکار
تہور شعاروں کا ہے یہ شعار

دلیروں کو ہے بس دلیروں سے کام
کہ رہتا ہے شیروں کو شیروں سے کام

شہاں[4] را ضرورست مشق شکار
کہ آید پے صید دلہا بکار

[1] لڑائی میں فوج کے صف باندھنے کی جگہ مجازاً میدان جنگ ۱۲ [2] غوامض۔ باریکیاں ۱۲ [3] نکات نکتہ کی جمع ۱۲۔ آسی۔ [4] ترجمہ بادشاہوں کو شکار کی مشق ضروری ہے کہ دلوں کے شکار کرنے میں کام آئے ۱۲

کھلے بند ہیں جتنے صحرا میں صید
ہیں نواب کے دام الفت میں قید

زمہرش[1] دل آہواں سوختہ
بفتراک او چشمہا دوختہ

شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہے
درم ہاتھ میں ہے کہ یا دام ہے

نہ ہوتا اگر اُس کو عزم شکار
درندوں سے بچتا نہ شہر و دیار

نہ بچتے جہاں بیچ خرد و بزرگ
یہ ہوجاتے سب لقمۂ شیر و گرگ

یہ انسان پر اُس کا احسان ہے
کہ بے خوف انسان کی جان ہے

بنائی جہاں اُس نے نخچیرگاہ[2]
رہے صید واں آکے شام و پگاہ

رکھا صید بحری پہ جس دم خیال
لیا پشت پر اپنی ماہی نے جال

مگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر
کہ ٹاپو پہ گرتے ہیں آن آن کر

نہ سمجھو نکلتی ہیں دریا میں سوس[3]
خوشی سے اُچھلتی ہیں دریا میں سوس

چرندوں کا دل اُس طرف ہے لگا
پرندوں کو رہتی ہے اُس کی ہوا

پلنگوں کا ہے بلکہ چیتا[4] یہی
کمر باندھے ہماری کوئی

خبر اُس کی سُن کر نہ گینڈا چلے
کہ ہاتھی بھی ہو مست اینڈا چلے

جو کچھ دل میں گینڈے کے آوے خیال
تو بھاگے اُس آگے سر اپنی ڈال

کھڑے ارنے[5] ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ
کہ جی کون دیتا ہے بدبد کے ہوڑ[6]

[1] ترجمہ اُس کی محبت سے ہرنوں کا دل جلا ہوا ہے۔ اُس کے فتراک (تسمۂ شکاربند) پر آنکھیں لگائے ہیں ۱۲ [2] نخچیرگاہ۔ شکار کرنے کی جگہ ۱۲ [3] سوس۔ ایک دریائی درندہ جانور ۱۲ [4] چیتا۔ خیال۔ سوچا ہوا ۱۲ آسی [5] ارنا۔ جنگلی سانڈ۔ جنگلی بھینسا ۱۲
[6] ہوڑ بدنا۔ شرط بدنا۔ ۱۲۔ آسی

اطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل
پلک اُس کی آنکھوں میں ہو رود نیل

سو وہ تو اطاعت میں یکدست ہیں
نشے میں محبت کے سب مست ہیں

اُسی کے لیے گو کہ ہیں یہ پہاڑ
قدم اپنے رکھتے ہیں سب گاڑ گاڑ

کہ شاید مشرف سواری سے ہوں
سرافراز چل کر عماری[1] سے ہوں

چلن جب کہ ہووے یہ حیوان کے
تو پھر حق بجانب ہے انسان کے

کسے ہو نہ صحبت کی اُس کی ہوس
ولے کیا کریں جو نہ ہو دسترس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

فلک بارگاہا[2] ملک درگہا
جدا میں جو قدموں سے تیرے رہا

نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے
رکھا مجھ کو محروم تقدیر نے

پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش
دیا ہے مدد سے تری مجھ کو ہوش

سو میں اک کہانی بنا کر نئی
دُرِ فکر سے گوندھ لڑیاں کئی

لے آیا ہوں خدمت میں بہر نیاز
یہ امید ہے پھر کہ ہوں سرفراز

مرا عذر تقصیر ہووے قبول
بحق علیؓ و آل رسول

رہیں شاد و آباد کُل خیر خواہ
پھریں اس گھرانے کے دشمن تباہ

رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام
بحق محمد علیہ السلام

اب آگے کہانی کی ہے داستاں
ذرا سنیے دل دے کے اس کا بیاں

[1] عماری۔ ہودہ ۱۲ [2] بارگاہا اور درگہا میں الف ندائیہ ہے ۱۲ آسی